# مالیر کوٹلہ
# تاریخ کے آئینے میں

کرنل تنویر حسن بشیر کے قلم سے

منصور احمد صدیقی

# مالیر کوٹلہ تاریخ کے آئینہ میں

پنجاب کی مسلم ریاست کی تاریخ جس نے تقسیم برصغیر کے دوران لاکھوں مسلمانوں کو نہ صرف پناہ دی بلکہ ان کی

رہائش اور دیگر ضرورتوں کے علاوہ پاک افواج کی

زیر حفاظت قافلوں کو پاکستان بھجوانے کا بندوبست کیا

کرنل تنویر حسن بشیر جن کے والد مالیر کوٹلہ کے وزیر اعظم تھے کے قلم سے مختصر تاریخ

از: منصور احمد صدیقی

مکتبہ صحاف

افشاں کالونی ۔ راولپنڈی کینٹ

نام کتاب ۔۔۔مالیر کوٹلہ تاریخ کے آئینہ میں

موضوع : مشرقی پنجاب، تاریخ

تحقیق: کرنل تنویر حسن بشیر

مصنف: منصور احمد صدیقی

طبع اول: دسمبر2020ء

قیمت:

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

رابطہ

Mans.cliff@gmail.com

# انتساب

مالیر کوٹلہ کے سب

عوام کے نام کہ جنہوں

نے بے مثال ایثار اور

قربانیوں سے ایک تاریخ

رقم کی۔

میں بیرون ملک تھا کہ میری والدہ امینہ عزیز نے ڈاک کے

ذریعہ چند مسودے بھجوائے جن میں سے ایک تو انکی

خودنوشت سوانح حیات تھی اوردوسرا ان کے چچا

کرنل تنویرحسن بشیر کا لکھا ہوا مالیرکوٹلہ تاریخ کے

آئینہ میں موصول ہوا۔دونوں ہی ہاتھ سے لکھے ہوئے

تھے ۔ دونوں کا پس منظر مالیرکوٹلہ تھا۔یہ جولائی2007ء

کا ذکر ہے ۔

میں غم دوراں میں الجھا رہا اور والدہ اورپھر چچا تنویر کا

بھی انتقال ہوگیا۔ اب جب مجھے موقعہ ملا تو آنکھوں

میں امڈتی نمی اور دل گرفتگی کے ساتھ دوبارہ پڑھا ۔

یہ ہی خیال آتا رہا کہ کاش انکی زندگی میں یہ فرض

ادا کر دیتا۔مسودہ کی کتابت حرف بحرف وہی ہے جو

اصل تحریر کی گئی تھی ۔

اس سے پہلے 1995ء میں اپنی کتاب "انساب صدیقی"

میں اپنی ننہیال کے باب میں مالیر کوٹلہ اور مالیر کوٹلہ سے

ھجرت کر کے آنے والے رشتہ داروں کی تفصیلات

تحریر کر چکا تھا۔ اسکے بعد میری کتاب" یادگار صدیقی"

جو زیر طبع ہے اس میں زیادہ تفصیل کے ساتھ تذکرہ

شامل کیا ہے ۔

لیکن بعض اہم پہلو جو کرنل تنویر حسن بشیر صاحب نے

تحریر کئے ہیں وہ تاریخ کی کتابوں میں نہیں تحریر کئے

گئے ۔

ان کی تحریر کے مطابق اور یہ سچ بھی ہے کہ

" مالیر کوٹلہ کی مختصر تاریخ بیان کر دی جائے جو وقت

کی گرد کے نیچے دب کر رہ گئی ہے ۔ اور شاید مالیر کوٹلے

کے اکثر باشندگان یا وہ لوگ جن کا مالیر کوٹلے سے کوئی

تعلق ہے خود بھی نا واقف ہیں ۔

کچھ مختصر تفصیلات اپنی والدہ کی خود نوشت سوانح حیات

"معصوم یادیں معصوم باتیں " میں بھی تحریر ہیں ۔

ان دونوں مختصر کتابوں سے مالیر کوٹلہ کی تاریخ تو مکمل نہیں

ہو سکتی البتہ کچھ نہ کچھ بنیادی مواد ضرور میسر آسکتا ہے ۔

میرے ذہن میں بھی بہت سے سوالات ہیں جو مجھے ان کی

زندگی میں پوچھنے چاہیئں تھے لیکن میری بد قسمتی کہ

بیرون ملک ملازمتوں نے اسکا وقت نہیں دیا۔جس کا
مجھے شدید قلق ہے ۔

میری والدہ ، خالہ اور ماموں کا تو وہاں بچپن گزرا
لیکن جو جو بزرگ وہاں سے ھجرت کر کے تشریف
لائے تھے وہ بھی ایک ایک کرکے گزرتے چلے گئے ۔

اب بھی کسی کے پاس کوئ تاریخی نوعیت کی معلومات
ہوئیں تو آئندہ پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

اللہ تعالی ان سب کی مغفرت فرمائے آمین

اسکے علاوہ کئی کتابوں اورکتابچوں میں اس خاندان کا ذکر
ہے جن میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مولوی انیس
احمدؒ کی کتاب" انوار القرآن " کے بارے میں جو
کتاب شائع کی ہے اس میں بھی ذکر ہے ،گوپال متل

کی کتاب کے علاوہ "پیام اتحاد" کتابچے میں تقسیم سے

پہلے اس برادری کے بہت سے نام دئے ہیں ۔

بالی وڈ اداکار دھرمیندر کا تعلق بھی مالیر کوٹلہ سے تھا اس نے

ایک مرتبہ شمع دہلی رسالے میں کچھ تفصیلات تحریر کی تھیں

وہ رسالہ میں نے چچا تنویر کو بھیج دیا تھا ۔ یہ کوئی پچیس

تیس برس پرانی بات ہے ۔ اب دوبارہ نہیں مل سکا ۔

اب بھارت میں زیادہ تر معلومات ہندی میں یا گورمکھی

میں تحریر کی جا رہی ہیں اس لئے وہاں سے بھی کوئی

مدد نہیں مل سکتی ۔

ویب سائٹ سے ایک دو تصویریں مل سکیں جنہیں

شامل اشاعت کیا جارہا ہے

کرنل تنویر حسن بشیر صاحب جنہیں میں ساری عمر چچا کہتا رہا اور وہ بھی ساری عمر سگے چچا سے بڑھ کر محبت کرتے رہے ۔ جب ای میل کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا اور اسکے بعد بھی ہر پندرہ بیس دن بعد انکا ڈاک میں خط لازمی آتا میرے ریکارڈ میں جو پرانے خطوط ہیں ان میں اسکی ایک فائل ہے ۔جو کم سے کم دو عشروں پر محیط ہے ۔

انکی شادی ملکہ بنت خان بہادر ادریس سے ہوئی اور اللہ کے فضل سے کراچی میں رہائش پذیر ہیں ، میں انہیں چچی کہتا ہوں ۔

دو بیٹے ہیں بڑے کا نام ڈاکٹر سعد بشیر ہے جو معروف نیوروسرجن ہیں

جبکہ دوسرے بیٹے طارق بشیر ہیں جو برطانیہ میں

رہائش پذیر ہیں ۔

ان دونوں میاں بیوی جیسا مخلص ، انسان دوست ،علم

اور اسلام سے محبت اور غریب رشتہ داروں کی مدد کرنے

والا، نمازی اور پرہیزگار ہونے کے علاوہ اتنی خوبیاں

ہیں کہ وہ مثالی ہیں ۔

کرنل تنویر حسن بشیر صاحب کے والد شیخ بشیر حسن بشیر مالیر

کوٹلہ کے وزیر اعظم تھے ، اس سے پہلے کے دور پر

گوپال متل نے اپنی کتاب میں تحریر کیا تھا کہ وہ وزیر

خارجہ و داخلہ تھے ۔ بعد میں بونی کدور ریاست

میں چیف منسٹر رہے ۔جس کی رانی نواب مالیر کوٹلہ

کی بیٹی شوکت تھیں ۔

شیخ بشیر حسن بشیر میری والدہ کے دادا تھے ۔میرے نانا منور حسن بشیر عین جوانی میں مالیر کوٹلہ میں انتقال کر گئے تھے جو پولیس کے اعلی افسرت تھے ۔ میری والدہ انکے بھائی نیر حسن بشیر اور بہن ثمینہ کی پرورش دادا نے کی ۔

اور وہ سب بہن بھائی اپنے دادا کو اباجی کہتے تھے ۔

مالیر کوٹلہ میں محلہ شیخاں انکے نام سے مشہور ہے ۔ اکثر رشتہ دار ھجرت کر کے پاکستان آ گئے تھے لیکن اب بھی کئی لوگ مالیر کوٹلہ میں رہائش پذیر ہیں ۔

1948ء میں میری ننہیال کے اکثر افراد پاک فوج کی حفاظت میں مالیر کوٹلہ سے پاکستان آئے اور چچا کرنل تنویر حسن بشیر صاحب ملٹری ٹرک میں میری

نانی صاحبہ ، انکے بچوں اور دیگر اہل خانہ کو لیکر آئے بھارتی بارڈر پر الم ناکواقعات پیش آئے جن کا قلق میری والدہ کو آخری عمر تک رہا اکثر اہل خاندان راولپنڈی میں رہائش پذیر ہوئے ۔جو سرکاری ملازمتوں میں تھے وہ دیگر شہروں میں پوسٹ کر دئے گئے مزید مختصر تفصیلات میری والدہ کی خود نوشت سوانح میں انہوں نے

تحریر کئے ہیں ۔

کرنل تنویر حسن بشیر فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد بڑے عہدوں پر تعینات رہے جن میں سیکریٹری او جی ڈی سی، نیشنل کنسٹرکشن کمپنی میں طائف اور ابو ظہبی وغیرہ شامل ہیں –

آپ کا انتقال کراچی میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے ۔

اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے

منصور احمد صدیقی - 18 دسمبر 2020ء

رابطہ کیلئے ای میل:

Mans.cliff@gmail.com

# مالیر کوٹلہ - تاریخ کے آئینہ میں

تحریر: لیفٹننٹ کرنل (ر) تنویر حسن بشیر

مشرقی پنجاب کی واحد مسلم ریاست جس نے 1947ء میں تقسیم ہند کے کم از کم دو لاکھ بے یار و مدد گار، لٹے پٹے ، اجڑے ہوئے ، زخمی ، بیمار ، بے آسرا مسلمان

مردوں عورتوں اور بچوں کو ایسی پناہ دی جو اس وقت ہندوستان میں کہیں بھی ممکن نہیں تھی ۔

مالیر کوٹلہ کا نام سن کر آج بھی ان لاکھوں مہاجروں کے دل تشکر اور احسان سے لبریز ہو جاتے ہیں جو خود اور جنکی اولادیں آج مرحوم اور مالیر کوٹلے کے ان چالیس ہزار باشندوں کی دریا دلی کی وجہ سے ہی ممکن ہوا ۔

اس سے پہلے کہ تقسیم کے وقت کے دلخراش اور درد ناک حالات کا ذکر کیا جائے ، قارئین کی آگاہی کے لئے یہ مناسب ہو گا کہ مالیرکوٹلہ کی مختصر تاریخ بیان کر دی جائے جو وقت کی گرد کے نیچے دب کر رہ گئی ہے ۔اورشاید مالیرکوٹلے کے اکثر باشندگان یا وہ لوگ جن کا مالیرکوٹلے سے کوئی تعلق ہے خود بھی نا واقف ہیں ۔

تقریبا پانچ صدیاں پہلے دریائے ستلج کی ایک شاخ اپنی موجودہ گزرگاہ سے تقریبا تیس میل جنوب مشرق میں بہتی تھی اور اسکے کناروں پر ایک دوسرے کے باالمقابل دو بستیاں آباد تھیں ۔ ایک طرف مالیر اور دوسری طرف کوٹلہ ۔

اس زمانے میں ہندوستان میں لودھی خاندان کی حکومت تھی اور ایک وقت ڈیرہ اسمعیل خان کے

لوگوں نے مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ۔ اسکی سرکوبی کیلیئے (غالبا) سکندرلودھی بذات خود ایک لشکر لیکر مغرب کی طرف روانہ ہوا ۔ برسات کا موسم تھا دریاؤں میں طغیانی تھی ۔

جب لشکر اس مقام پر پہنچا جہاں اب مالیرکوٹلہ آباد ہے تو دریا کی طغیانی کی وجہ سے چند روز دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالنا پڑا ۔

ان اندھیری راتوں میں دور دور تک کہیں روشنی کا نشان نہیں تھا ۔لیکن بادشاہ نے دیکھا کہ کچھ دور ایک چراغ کی روشنی مستقل نظر آتی ہے تو اپنے عملے سے کہا کہ معلوم کریں کہ یہ کیا جگہ ہے ۔

تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک چھوٹی سی مسجد دریا

کے کنارے واقع ہے اور یہ چراغ اسکے حجرے میں

روشن رہتا ہے ۔

اسکے امام ایک نوجوان باریش بزرگ ہیں ۔

چونکہ لشکر کا قیام طول کھینچ رہا تھا تو درباریوں نے بادشاہ

کو مشورہ دیا کہ ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر

اس مہم کی جلد کامیابی کے لئے دعا کی درخواست

کریں ۔

چنانچہ بادشاہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

دعا کیلئے درخواست کی اور انہوں نے دعا فرمائی اور

کہا اگر مہم اسلام کی سر بلندی کے لئے ہے تو فتح

یقینی ہو گی اور اللہ تعالی تمام اسباب میسر کر دے گا

پانی کے اتر جانے پر لشکر دریا عبور کر کے آگے

بڑھ گیا اور کچھ عرصے کے بعد مہم کی کامیابی کے بعد اسی راستے سے واپس لوٹا ۔

جب لشکر دریا کے اس پار آ گیا تو انہیں د رباریوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ مناسب ہو گا کہ آپ بنفس نفیس بزرگ امام کی خدمت میں پھر حاضری دیں اور ان کی دعاؤں کے لئے شکریہ ادا کریں ۔

چنانچہ بادشاہ حاضر خدمت ہوئے اور شکریہ ادا کرنے کے بعد عرض کیا کہ وہ کچھ خدمت کرنا چاہتے ہیں ۔ بزرگ نے فرمایا اس فقیر کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ۔ رازق حقیقی سب بندوبست خود ہی کر دیتا ہے۔

لیکن مسجد کے مجاوروں نے کہا کہ مسجد کی دیکھ بھال
کیلئے کچھ وظیفہ مقرر کر دیا جائے یا زمین منسوب کر
دی جائے ۔

اتنی دیر میں بادشاہ ان بزرگ کے حسن سیرت اور
حسن صورت سے اس قدر متاثر ہو چکے تھے کہ
انہوں نے اپنی بیٹی شہزادی تاج مرصع بیگم کو ان
کے عقد میں دینے کی پیشکش کر دی جو قبول کر
لی گئی ۔

ان بزرگ کا نام سید صدرالدین تھا اور نسلاکرد تھے ۔

اور ان کے آباء و اجداد صدیوں پہلے کردستان
سے اسلام کی اشاعت کیلیئے اس علاقے میں آکر
آباد ہوئے تھے۔

بادشاہ نے جہیز میں پنجاب کے وہ تمام علاقے جو
موجودہ انبالہ سے لیکر جالندھر تک واقع تھے ایک
شاہی فرمان کے ذریعہ شہزادی کے نام موسوم
کر دیئے۔ اس فرمان کی اصل تقسیم ہند کے
وقت ریاست کے خزانے میں محفوظ تھی ( شاید
اب بھی ہو )

ریاست کا موجودہ حکمران خاندان ان ہی سید
صدرالدین کی اولاد میں سے ہے۔

اتنا وسیع علاقہ ریاست مالیرکوٹلہ کی جاگیر تھا لیکن
مغلوں کی آمد پھر ان کے اقتدار میں کمی آنے کے

باعث ان علاقوں میں سکھوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔

جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی جاگیریں اور راجواڑے قائم کر لئے - اس طرح ریاست کا رقبہ کم ہوتا چلا گیا۔

ریاست کے پاس اپنے کوئی باقاعدہ وسائل نہ ہونے کی وجہ سے اس شورش کا کوئی سد باب نہ ہو سکا سکھوں کے ان جتھ داروں نے ریاست کی رعایا کو لوٹنا شروع کیا اوران میں سب سے بڑا جتھے دار آلہ سنگھ تھا جو ڈکیتیاں کرتا تھا۔ اور آہستہ آہستہ ریاست کے بیشتر حصوں کو تاراج کرنے کے بعد ان پر قبضہ بھی کر لیتا تھا۔

اس وقت کے نواب مالیرکوٹلہ نے یہ سوچ کر کہ

اس سے مقابلہ کی صورت میں نقصان کا زیادہ

اندیشہ ہے اسے ایک تجویز بھجوائی کہ وہ اگر

ریاست سے ایک معاہدہ کر لے جس کے مطابق

جتنا علاقہ وہ لے چکا ہے اسکے حقوق ملکیت اسے

قانونی طور پر منتقل کر دئے جائیں گے لیکن وہ

مزید قتل و غارت یا مہم جوئی نہیں کرے گا۔

اس پر آلہ سنگھ راضی ہو گیا۔ اور موجودہ ریاست

پٹیالہ کا تمام علاقہ ایک فرمان کے ذریعہ اسے

"عطاء" کر دیا گیا۔ اس علاقے کا نام " پٹی آلہ

سنگھ" رقم کیا گیا۔ جو پہلے " پٹی آلہ" کہلانے

لگا اور پھر "پٹیالہ" بن گیا۔

اس فرمان کی نقل بھی ریاست کے خزانے میں

موجود تھی۔

اس طرح ریاست مالیر کوٹلہ کے حکمرانوں نے اپنے دیگر سکھ راہزنوں سے معاہدہ کر کے اپنی ریاست کی سرحدوں کو محفوظ بنانے کی کوشش جاری رکھی اور یہ راہزن راجے کہلانے لگے۔

یہاں تک کہ 1803ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے لارڈ ویلزلے کا سبسیڈیری سسٹم جاری کیا تو پنجاب میں سب سے پہلے مالیر کوٹلہ نے ان سے معاہدہ کیا جس کے تحت کمپنی بہادر نے اس وقت کی ریاست کی حدود کے تحفظ کی گارنٹی دی اور جس کے عوض مالیر کوٹلہ ریاست نے دو سو سوار فوج ہمہ وقت لیس اور تیار رکھنے کی گارنٹی دی۔ جس کا تمام خرچہ ریاست کو برداشت کرنا تھا نیز

ضرورت پڑنے پر کمپنی کے کہنے پر اس دستے کو کمپنی کے زیر کمان تاج برطانیہ کے لئے دنیا میں کہیں بھی خدمت سر انجام دینا ہو گی ۔

چنانچہ اس فوجی دستہ نے پہلے پہل چین میں خدمات سرانجام دیں ۔

پھر جنگ آزادی میں انگریز سرکار کی طرف سے لدھیانہ کے قریب جی ٹی روڈ کو محفوظ رکھا ۔

پھر انیسویں صدی کے آخر میں افغان جنگوں میں انگریز فوج کے ساتھ حصہ لیا ۔

1910ء میں اس دستہ کو سیپرز اینڈ مائنرز فیلڈ کمپنی میں تبدیل کر دیا گیا ۔ جو سڑکیں بنانے، پانی کی رسد ، زمینی سرنگیں بچھانے اور صاف

کرنے، دیگر رکاوٹیں کھڑی کرنے اور انجینئرنگ

کے مختلف کام کرنے خصوصا دریا پار کرنے

کے انتظامات کرتی ہے۔

1914ء سے لیکر 1917ء تک اس کمپنی

نے جنگ عظیم اول میں فرانس میں اور پھر 1918ء

میں عراق میں خدمات سر انجام دیں۔

اور پھر جنگ عظیم دوئم میں 1940ء سے 1945ء

تک برما میں جاپانی افواج کے مقابل خدمات سر

انجام دیں۔

تقسیم ہند کے بعد اس کمپنی کو ہندوستان کی فوج میں

ضم کر دیا گیا۔

یہ ریاست 1951ء تک صرف ایک جاگیر تھی

اس وقت نواب احمد علی خان کو انکے والد نواب

ابراہیم علی خان کی ذہنی معذوری کی وجہ سے صرف

20سال کی عمر میں گدی نشین کر دیا گیا حالانکہ اس

وقت وہ ایچیسن کالج لاہور میں اپنی تعلیم مکمل کر

رہے تھے ۔

نواب احمد علی خان بہت زیرک اور دور اندیش حاکم

تھے ۔ اپنی فراست کی بناء پر انہوں نے اپنے باجگذار

چھوٹے جاگیرداروں کو قائل کیا کہ اگر وہ اپنی

جاگیریں صرف کاغذوں پر ان کی تحویل میں دے

دیں تو وہ انگریز حکومت کو یہ تجویز پیش کر دیں گے

کہ اس جاگیر کو ایک خود مختار ریاست تسلیم کر لیا

جائے ،جس کے بعد ریاست خود اپنے قوانین وضع کر سکے گی ۔اور خود مختار بھی ہو گی ۔ جس سے سب کو فائدہ ہو گا ۔ اور چھوٹے جاگیرداروں کو اپنی جاگیر اپنے قبضہ میں رکھنے کا اختیار ہو گا ۔

حکومت برطانیہ نے یہ تجویز مان لی ۔ اور مالیر کوٹلہ کو سٹیٹ تسلیم کرلیا گیا ۔ اور نواب مالیر کوٹلہ کو ہز ہائنس کا خطاب دے دیا گیا ۔

تقسیم ہند کے وقت مالیر کوٹلہ کی آبادی چالیس ہزار اور رقبہ ایک سو پچھتر (175) مربع میل تھا اور اس میں مسلمانوں کا تناسب 40 فیصد تھا ۔ لیکن سرکاری زبان اردو اور طرز زندگی اسلامی تھا ۔ امن و امان کا دور دورہ تھا اور مسلم اور غیر مسلم

بہت مل جل کر رہتے تھے ۔

نواب احمد علی خان بہت نرم خو وسیع القلب اور
درگزر کرنے والے حاکم تھے ۔

اپنی ذہانت کی وجہ سے باوجود بہت چھوٹی ریاست
کے

والی ہونے کے انہیں چیمبر آف پرنسز میں ایک عالی

مرتبہ حاصل تھا۔

یہ وہ ادارہ تھا جو والیان اوراہالیان ریاستہائے کی
نمائندگی سرکار برطانیہ کے وائسرائے کے سامنے
گفتگو و شنید اور معاملات طے کرتا تھا۔

3 جون 1947ء کے اعلان آزادی کے فورا بعد نواب

مالیر کوٹلہ نے تمام والیان ریاست سے رابطہ کیا اور
انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ اعلان آزادی کے
مطابق ہندوستان کی تمام ریاستیں بیک قلم آزاد ہو
جائیں گی اور چاہے وہ ہندوستان یا پاکستان میں شامل
ہونے کا فیصلہ کرلیں یا آزاد رہنے کا ۔

لیکن اگر سب یکجا ہو کر ایک پالیسی اختیار کرلیں ۔

تو سب ہی کو فائدہ ہو گا ۔ اور یہ کام چیمبر آف

پرنسز متفقہ طور پر کرے ۔

لیکن سردار دلبھ بھائی پٹیل نے جو ہندوستان کے ہونے

والے وزیر داخلہ تھے اپنی ریشہ دوانیوں سے اس

کوشش کو کامیاب نہ ہونے دیا ۔

پنجاب میں سکھ راجاؤں کو لالچ دیا کہ ان کا ایک علیحدہ یونین بنا دی جائے گی ۔ اور ان کی اپنی خواہشات کے مطابق حکومت ہند سے باتیں طے ہو سکیں گی۔

اس کا نام پیپسو یعنی پٹیالہ اینڈ ایسٹ پنجاب

اسٹیٹ یونین رکھ دیا گیا ۔ اورچونکہ مالیر کوٹلہ ایک چھوٹی سی ریاست تھی اور تنہاء زندہ نہیں رہ سکتی تھی اس لئے اس کو بھی مجبورا اس یونین کا حصہ بننا پڑا مالیر کوٹلہ نے قائداعظم سے بھی رابطہ کیا کہ اسے پاکستان میں شامل کر لیا جائے لیکن قائداعظم نے اپنی روائتی صاف گوئ سے کام لیتے ہوئے کہ دیا کہ اس کا نقصان دونوں کو ہو گا ۔ پاکستان کیلئے ایک اور جونا گڈھ بن جائے گا ۔ اور مالیر کوٹلہ

کے مسلمانوں کا انجام بھی ویسا ہو گا ۔جیسا پنجاب
کی دوسری ریاستوں کے مسلمانوں کا ہوا ۔

1947ء میں جب پنجاب میں قتل و غارتگری کا سلسلہ
شروع ہوا تو ہندوؤں نے سکھوں کو اکسایا اورانہوں
نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دئے ۔ اور چن چن کر
بستیاں جلائ گئیں ۔

مردوں اور بچوں اور بوڑھوں کو تہ تیغ کیا ۔ جوان
عورتوں کو اغواء کیا اور عصمتیں لوٹیں ۔

انکے لئے پنجاب میں کوئ پناہ گاہ نہیں تھی ۔ایسے
حالات میں مالیرکوٹلہ نے ایسے لوگوں کو پناہ دی ۔
اور جب تک وہ قافلوں کی صورت میں حکومت
پاکستان کی حفاظت میں پاکستان کے لئے روانہ ہوئے

انکے کھانے پینے ، علاج معالجہ اور رہائش کا انتظام کیا۔

مالیر کوٹلہ کے ارد گرد کے علاقوں سے ہزاروں لٹے پٹے مسلمانوں کے قافلے ریاست کی حدود کی طرف لپکتے تھے ۔ درندہ صفت سکھ اور ہندو ان کا پیچھا کرتے تھے لیکن ریاست کی حدود سے دو تین میل پہلے ہی قتل و غارتگری بند کر دیتے تھے ۔ اور قافلہ کو ریاست میں داخل ہو جانے دیتے تھے ۔

حالانکہ مالیر کوٹلہ ریاست کے پاس ہزاروں سفاک قاتلوں اور لٹیروں کے مقابلے کے لئے کوئ قوت نہیں تھی ۔

راقم جو اس وقت ہندوستان کی فوج میں آفیسر تھا

ان سکھوں کے ایک جتھے کے سردار سے پوچھا کہ

کیا وجہ ہے کہ تم ان مسلمانوں کو ریاست کی سرحد

سے چند میل پہلے قتل کرنا ، مارنا بند کر دیتے ہو ۔

تو اس نے اپنی مذہبی کتابوں کا حوالہ دے کر یہ

تاریخی واقعہ سنایا ۔

" جس وقت ہمارے دسویں گرو گوبند سنگھ

کو مغل حکومت سرہند کی جیل میں قید رکھا تھا

اور انکے چھوٹے چھوٹے بچوں کو علیحدہ قید کیا ہوا

تھا ۔ اس وقت ایک دن گرو گوبند سنگھ ایک

قیدی کی حیثیت سے جیل کی زمین میں پودے

لگا رہے تھے تو ایک مخبر آیا ۔ اور اس نے

انہیں بتایا کہ تمہارے بچوں کو دیوار میں زندہ

چن دیا گیا ہے ۔انہوں نے اس سے سوال کیا کہ

یہ واقعہ کس طرح پیش آیا۔

تو اس نے کہا کہ آپکی بغاوت کی پاداش میں سزا پر

غور ہو رہا تھا۔ اس وقت یہ فیصلہ کیا گیا کہ آپ کے

بچوں کو دیوار میں زندہ چنوا دیا جائے ۔

گرو نے سوال کیا کہ کیا میرے حق میں بھی کسی نے

دربار میں نعرہ بلند کیا تھا۔ تو اس نے کہا ہاں مالیر
کوٹلہ کے نواب شیر خان نے کہا یہ تو سراسر ظلم اور
ناانصافی ہے کہ معصوم بچوں کو انکے باپ کے جرم کی
سزا دی جائے ۔لیکن جس بنئے نے یہ تجویز پیش کی
تھی اس نے کہا کہ مہاراج پرکھوں کا کہنا ہے کہ
سانپ کو چھوڑ دو سنپولیوں کو مار دو ۔

چنانچہ گورنر سرہند نے حکم جاری کر دیا۔

اور بچوں کو دیوار میں زندہ چن دیا گیا۔

اس وقت گرو گوبند سنگھ نے کہا کہ پوری سکھ قوم

کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ جب تک ریاست مالیر کوٹلہ

قائم ہے ۔ سکھوں کو اسکی حفاظت کرنا ہو گی۔ اور

برگد کا ایک پودا لگاتے ہوئے کہا کہ جس طرح یہ

پودا بڑھکر سایہ دار درخت بنے گا اسی طرح ریاست

مالیر کوٹلہ کو پھلنا پھولنا چاہیئے " ۔

راقم کو 1948ء میں سرہند میں حضرت مجدد الف

ثانی کی درگاہ شریف کے سجادہ نشین نے درگاہ کے

قریب خود ایک برگد کا پرانا درخت دکھایا اور کہا

کہ سکھوں کے عقیدے کے مطابق یہ وہی درخت

ہے

واللہ اعلم

لیکن اس گرو کے حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود مسلمان

بھی اس ریاست کی پناہ میں آ جاتا تھا ۔

اس پر ہاتھ اٹھانا سکھوں کیلیئے مذہبی طور پر حرام ہو

جاتا تھا ۔

اور یہی اصل وجہ تھی جسکی بدولت دو لاکھ مسلمان

مالیر کوٹلے میں پناہ حاصل کر سکے ۔

سکھوں کے اعتقاد کے مطابق سید صدرالدین ایک

گرو ہیں اور انکی انتہائی تعظیم کی جاتی ہے ۔

ان کا مزار مالیرکوٹلہ میں ابھی بھی موجود ہے وہ سجدہ کرتے ہیں (ماتھا ٹیکتے ہیں ) ۔ یہاں تک کہ تقسیم سے پہلے ریاست جیند کا مہاراجہ جب مالیرکوٹلہ آتا تھا ۔ تو مسہری یا چارپائی پر نہیں سوتا تھا ، بلکہ فرش پر گھاس سے بھرا گدا بچھایا جاتا تھا ۔ اور وہ کہتا تھا چونکہ یہ ہمارے گرو کی دھرتی ہے وہ زمین میں سو رہا ہے ۔ میں اس سے اونچا ہوکر نہیں سوسکتا ۔

اوراسکی بوڑھی ماں ہرسال چالیس میل پیدل سو ، سوا سو ملازم عورتوں اورمردوں کے ساتھ پھلوں، مٹھائیوں اور روپیہ پیسے کے تھال بھربھرکربطور نذرانہ مزار پر حاضری دیتی تھی ۔

اب بھی ہرسال سیدصدرالدین صدر جہاں کے مزار

پر عرس ہوتا ہے اور اس میں مسلمانوں سے زیادہ سکھ ہزاروں کی تعداد میں نذرانے پیش کرتے ہیں اور حاضری دیتے ہیں ۔

قدرت کی ستم ظریفی بعض مرتبہ عجب رنگ دکھاتی ہے ۔ 1947ء کی گرمیوں میں شدید ترین برسات پنجاب میں ہوئی اور تباہ کن سیلاب آئے ۔ مہاجرین جو دریاؤں کے درمیان کے علاقوں میں ( دوآبے) پھنسے ہوئے تھے ہزارں کی تعداد میں ڈوب گئے یا بہہ گئے ۔

اس سلسلہ کی کڑی اور بھی پیدا ہوئی یعنی دریائے ستلج کی پرانی شاخ جو صدیوں سے خشک ہو چکی

تھی اور جس کے اوپر مالیر کوٹلہ شہر آباد ہو چکا تھا

ایک بار پھر پانی سے لبریز ہوگئی ۔ اور مالیر کوٹلہ شہر اور ارد گرد کے علاقے زیر آب آ گئے ۔

اس وقت ہزارہا برباد شدہ مہاجرین مالیر کوٹلہ

میں پناہ گزین تھے ۔ اور ہر قسم کے مصائب کا شکار

تھے ۔ اسی برسات میں ایک مرتبہ بارش کا سلسلہ

کئی دن تک جاری رہا ۔ اور پھر سیلاب آ گیا ۔

تو نواب احمد علی خان نے حکم جاری کر دیا کہ ریاست میں جتنی سرکاری عمارتیں ، دفاتر ، سکول اور اسپتال ہیں سب کو بلا تمیز مہاجروں کیلئے کھول دیا جائے ۔

اور تمام خوراک کے گودام اور ذخیرے مفت

خوراک کیلئے کھول دئے گئے ۔ اور رعایا سے بھی

درخواست کی کہ وہ بھی اپنے اپنے گھروں میں

مہاجروں کو پناہ دیں اور خود اپنے محل کے تمام

نچلے حصہ کے کمرے مہاجرین کیلئے کھول دئے ۔

اور خود اوپر کی منزل میں رہائش اختیار کر لی

دو چار روز بعد جب حالات انتہائی نازک

ہو گئے تو انہوں نے اپنے محل کی چھت پر کھڑے

ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر رب ذوالجلال سے رو

رو کر دعا کی کہ اے باری تعالی تو میرا امتحان نہ

لے میں انتہائی کمزور انسان ہوں جتنا اختیار تو

نے مجھے دیا تھا ۔ اسکے مطابق جو کچھ میں کر سکتا تھا

کر چکا ۔ مجھ سے ان مصیبت زدہ مسلمانوں کا دکھ نہیں دیکھا جا سکتا اور نہ ہی ان کا کچھ مداوا کر سکتا ہوں ۔

بس تو ان پر اور مجھ پر رحم کر دے اور اسکے دو روز بعد دل کے عارضہ کی وجہ سے انتقال کر گئے

ان کے جنازے میں چالیس ہزار سے زیادہ مہاجرین اور مقامی مسلمانوں نے شرکت کی ۔ اسکے علاوہ ہزاروں سکھوں اور ہندوؤں نے بھی ان کی قبر پر کئی روز تک عقیدت کے پھول چڑہائے ۔

پھر پاکستان کی فوج کے حفاظتی دستوں نے مالیر کوٹلہ

آ کر ان مہاجرین کو قافلوں کی صورت میں
بحفاظت پاکستان پہنچا دیا او ر یہ سلسلہ مارچ
1948ءتک جاری رہا۔

تحریر: لیفٹننٹ کرنل(ر) تنویر حسن بشیر

Subsidary System

Sappers and Miners Field Co

His Highness

Water Xings

(دریاپار کرنے کے انتظامات)

Chamber of Princes

# PEPSU

# Patiala and East Punjab Estates

# Union

## میپ – مالیر کوٹلہ

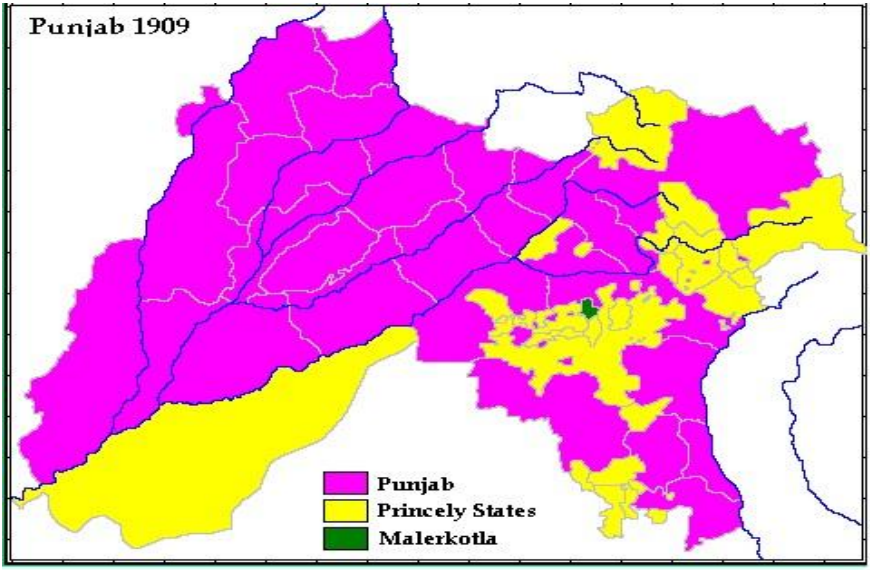


میپ-مالیر کوٹلہ

مبارک پیلس۔مالیر کوٹلہ

## شیش محل۔مالیر کوٹلہ

نواب احمد علی خان– 1881 – 1947ء

عید گاہ -مالیر کوٹلہ

عید گاہ مالیر کوٹلہ

کرنل تنویر حسن بشیر اور ان کی بیگم ملکہ مالیر کوٹلہ کے وزٹ پر

# Malair Kotla

## Tareekh kay Aaina main

Brief history of a Muslim state in Punjab that played

crucial role in providing shelter to Muslims before

migration to Pakistan during partition of Sub-

Continent written by Col. T.H . Bashir

*Mansoor Ahmed Siddiqui*